جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

قُلْ: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ، وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا، وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَاِنْ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

(اِن سے) کہہ دو، اے اہلِ کتاب[۱۲۲]، اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے[۱۲۳]۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائیں اور نہ ہم میں سے

[۱۲۲] یہ خطاب اگرچہ عام ہے، لیکن پیچھے کے مضمون سے واضح ہے کہ روے سخن نصاریٰ کی طرف زیادہ ہے۔

[۱۲۳] قرآن نے یہ دعوت ٹھیک اس طریقے کے مطابق دی ہے جس کی تلقین اس نے خود فرمائی ہے کہ اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے سے بلانا چاہیے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اس طریقۂ حکمت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کے لیے کوئی مشترک بنیاد مل سکتی ہو تو اسی پر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے، خواہ مخواہ اپنی انفرادیت کی دھونس جمانے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ قرآن نے یہاں یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ اہل کتاب آسمانی صحیفوں کے حامل ہونے کے سبب سے توحید کی تعلیم سے اچھی طرح آشنا بھی تھے اور اس کے علم بردار ہونے کے مدعی بھی تھے۔ ان کے صحیفوں میں نہایت واضح الفاظ میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔ انھوں نے اگر شرک اختیار کیا تھا تو اس وجہ سے نہیں کہ ان کے دین میں شرک کے لیے کوئی گنجایش تھی، بلکہ اپنے نبیوں اور صحیفوں کی

تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا: اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ، لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ، وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ، فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا

کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا رب بنائے۔[124] پھر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم ہیں۔[125] ۶۴

اے اہل کتاب، تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، دراں حالیکہ تورات و انجیل تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟[126] یہ تمھی لوگ ہو کہ اُن باتوں میں تو جھگڑ چکے جن کے بارے میں تمھیں کچھ علم تھا، مگر اب یہ اُس بات میں کیوں جھگڑ رہے ہو جس کا تمھیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ اور

تعلیمات کے بالکل خلاف محض بدعت کی راہ سے انھوں نے یہ چیز اختیار کی اور پھر متشابہات کی پیروی کر کے، جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں، اس کے حق میں الٹی سیدھی دلیلیں گھڑنے کی کوشش کی۔ قرآن نے ان کو دعوت دی کہ یہ بات ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں مسلم ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی کی جائے، نہ اس کا کسی کو ساجھی ٹھیرایا جائے اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب ٹھیرائے، پھر اس مسلم و مشترک حقیقت کے برخلاف تم نے خدا کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں بنا رکھا ہے اور اپنے احبار و رہبان اور فقیہوں صوفیوں کو 'اربابًا من دون اللّٰہ' کا درجہ کیوں دے دیا۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۱۱۲)

[۱۲۴] یعنی اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں محض بدعات و متشابہات کی پیروی میں عقیدہ بنا لی گئی ہیں، انھیں چھوڑ کر توحید خالص کو اختیار کریں جس کی تعلیم تمام انبیا علیہم السلام نے دی ہے۔ یہاں خاص طور پر یہ بات جو آئی ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے، اس سے اشارہ تحلیل و تحریم کے ان اختیارات کی طرف ہے جو اہل کتاب نے اپنے احبار و رہبان کو دے رکھے تھے۔ اس لیے کہ کسی کو اپنی ذات میں شارع و حاکم سمجھ کر اس کی اطاعت بھی درحقیقت اس کی عبادت ہی ہے۔ قرآن نے ایک دوسرے مقام پر وضاحت فرمائی ہے کہ یہ انھیں رب بنا دینا ہے۔

[۱۲۵] یہ اظہار برأت کے الفاظ ہیں۔ یعنی اس بات کے گواہ رہو کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور تمھیں بتا دیا کہ اسلام کی حقیقت یہی توحید ہے۔ اس سے محرومی کے بعد کسی شخص کو خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔

[۱۲۶] یہود و نصاریٰ اور مشرکین، تینوں ہی اپنی گمراہیوں کی حمایت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نام استعمال کرنے کی

www.javedahmadghamidi.com

تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا، وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ، وَهٰذَا النَّبِيُّ، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾

(حقیقت یہ ہے کہ اِن سب حقائق کو) اللہ جانتا ہے، مگر تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک مسلم حنیف تھا[۱۲۷] اور وہ اِن مشرکوں میں سے بھی نہیں تھا[۱۲۸]۔ ابراہیم کے ساتھ نسبت کا زیادہ حق اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جنھوں نے اُس کی پیروی کی۔ پھر یہ پیغمبر (اِس کے حق دار) ہیں اور جو اِن پر ایمان لائے اور اللہ تو اِنھی ایمان والوں کا ساتھی ہے[۱۲۹]۔ ۶۵-۶۸

کوشش کرتے تھے۔ یہ قرآن نے ان کے اس جھگڑے کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں سے ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ابراہیم ہمارے طریقے پر تھے، دراں حالیکہ تورات اور انجیل، دونوں ان کے صدیوں بعد نازل ہوئی ہیں، پھر وہ یہودیت یا نصرانیت پر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ فرمایا ہے کہ حق کی عداوت کا یہ کیسا جنون ہے کہ اتنی سی بات بھی ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔

[۱۲۷] یعنی اپنے پروردگار کے فرماں بردار اور پوری یک سوئی کے ساتھ توحید کی راہ پر گامزن تھے۔ اس سے ہٹ کر کج پیچ کے یہ مشرکانہ راستے انھوں نے کبھی اختیار نہیں کیے تھے۔

[۱۲۸] یعنی ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح یہودیت اور نصرانیت سے کوئی تعلق نہ تھا، اسی طرح بنی اسمٰعیل کے ان مشرکین سے بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... یہ بات جملے کے عام سیاق سے الگ کر کے اس لیے فرمائی کہ یہ مشرکین بنی اسمٰعیل کی تردید میں ہے جو اس سورہ میں براہ راست مخاطب نہیں ہیں۔ اس سورہ کا خطاب، جیسا کہ اوپر وضاحت ہو چکی ہے، اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ سے ہے، مشرکین کی تردید میں اگر اس میں کوئی بات آئی ہے تو وہ ضمناً ہی آئی ہے۔ یہ بات بھی ضمنی باتوں ہی میں سے ہے، اور اس کے ذکر کی ضرورت، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، اس لیے تھی کہ جس طرح یہود اور نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کو اپنی گمراہیوں کی تائید میں پیش کرتے تھے، اسی طرح، بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ زور وشور کے ساتھ قریش کے مشرکین ان کے نام کو اپنی حمایت میں پیش کرتے تھے، بلکہ ان کا تو یہ دعویٰ تھا کہ جس دین پر وہ ہیں، یہ دین ان کو حضرت ابراہیم ہی سے وراثت میں ملا ہے۔“ (تدبر قرآن ۲/۱۱۵)

[۱۲۹] یعنی ساتھی ہے تو یقیناً ان کی مدد بھی کرے گا اور ان کے مخالفوں پر انھیں غلبہ بھی عطا فرمائے گا۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ، وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ،
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ،
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾

(ایمان والو)، اِن اہل کتاب کے ایک گروہ کی تمنا ہے کہ کسی طرح تمھیں صحیح راستے سے ہٹا دے۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ اِس طرح) وہ اپنے آپ ہی کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں، مگر نہیں سمجھتے۔ اے اہل کتاب، تم اللہ کی آیتوں کے منکر کیوں ہوتے ہو، دراں حالیکہ تم اُن کے گواہ ہو؟[۱۳۰] اے اہل کتاب[۱۳۱]، تم حق کو باطل میں کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو چھپاتے ہو، دراں حالیکہ تم جانتے ہو؟[۱۳۲] ۶۹۔۷۱

---

[۱۳۰] یعنی ان میں جو حقائق بیان ہوتے ہیں، انھیں تم پہلے سے جانتے ہو اور دنیا کے آگے ان کی شہادت دینے کا اقرار کر چکے ہو۔

[۱۳۱] یہ تکرار اظہار حسرت و ملامت کے لیے ہے کہ افسوس، تم اہل کتاب ہو کر لوگوں کو اس طرح گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

[۱۳۲] یہ اشارہ ہے ان تحریفات کی طرف جو ان لوگوں نے بیت الحرام سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تعلق کی روایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے نبیوں کی پیشین گوئیوں میں کی تھیں۔ آیت میں 'وانتم تعلمون' کے الفاظ سے واضح ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں یہود کے علما ان تحریفات سے پوری طرح واقف تھے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org